مکالمہ

روس میں سماجی ہم آہنگی کے لیے مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت

روس میں تمام مذاہب، بشمول اسلام احیاء کے عمل سے گزر رہے ہیں اور مختلف مذاہب کے درمیان بالفعل کشمکش کے آثار موجود ہیں۔" ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر عبداللہ نوراللہ نے کیا ہے جو روس کے ایک خود مختار ادارے Institute of Social and Ethnic Studies [سماجی و نسلی مطالعات کا ادارہ] کی جانب سے شروع کیے گئے خصوصی تحقیقی پروگرام کے نگران ہیں۔ ذیل میں اُن کے مقالے کے چند اقتباسات دیے جاتے ہیں جو روسی خفیہ ایجنسی کے "اسلامک بلیٹن" میں شائع ہوا ہے۔

روسی آرتھوڈکس چرچ اور رومن کیتھولک چرچ کے درمیان تعلقات خراب ہو چکے ہیں۔ سابق سوویت یونین کے تجربات اس مفروضے کی تائید کرتے ہیں کہ اس عہد کی بنیادی کشمکش، سوویت یونین میں کمیونزم کے خاتمے پر اسلام اور مسیحیت کے درمیان ظاہر ہو رہی ہے۔ روس میں احیائے مسیحیت کی اپیلوں کے ساتھ ساتھ وسطی ایشیا، ماورائے قفقاز کی ریاستوں اور روس کے مسلمان خطّوں میں اسلامی طرزِ زندگی کے حق میں آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

جناب عبداللہ نوراللہ کے بیان کے مطابق سوویت عہد میں فرقہ وارانہ اختلافات بوجوہ دب گئے تھے۔ اولاً مذہب مخالف دباؤ اور ثانیاً مذہبی تنظیموں (جنھیں کام کرنے کی اجازت تھی) پر سرکاری کنٹرول نے مختلف فرقوں کو اپنی بقاء کی خاطر یک جہتی پر مجبور کر دیا تھا۔ مزید براں سوویت قانون کے تحت مشنری سرگرمیوں پر پابندی تھی، اس لیے براہِ راست ٹکراؤ کا خطرہ تقریباً معدوم ہو گیا تھا۔

گزشتہ سال کے موسم بہار میں مذکورہ بالا انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے کیے گئے ایک سروے سے معلوم ہوا کہ روسی آبادی میں مذہبی عدمِ رواداری بڑھ رہی ہے، بالخصوص نسلی اقلیتوں کے کلچر اور اُن کے مذاہب --- اسلام، بدھ مت اور یہودیت --- کے خلاف جذبات میں اشتعال ہے۔ زیادہ عمر کے لوگوں کی نسبت نوجوان زیادہ تنگ نظر ہیں۔ سروے میں شامل ۱۶ سے ۲۰ سال کی عمر کے افراد میں سے ۱۲ تا ۱۴ فیصد اسلام اور یہودیت سے نفرت کرتے ہیں۔ جب کہ ۲۶ سال سے زائد عمر کے لوگوں میں ان مذاہب سے نفرت کرنے والے پانچ فیصد سے بھی کم ہیں۔

سروے میں شامل ۸۵ افراد میں ماہرینِ مذہب، نمایاں مذہبی شخصیات، مذہبی جماعتوں اور

سماجی تحریکوں کے فعال کارکن شامل تھے۔ ان افراد سے حاصل کردہ جوابات سے مختلف مذاہب کے درمیان تناؤ کے خاتمے کا رجحان نظر نہیں آتا۔ اِن لوگوں میں سے ۶۰ فیصد نے کہا کہ اختلافات مزید بڑھیں گے۔ ۳۶ فیصد کی رائے ہے کہ اختلافات موجودہ سطح پر ہی رہیں گے۔ اِس صورتِ حال کے متعدد اسباب ہیں۔ روس میں نسلی کشمکش، سیاسی جوڑ توڑ، ریاستی اداروں اور انتظامیہ کی جانب سے قانون کی نظر میں تمام مذاہب کی مساوات کے دستوری اصول کی خلاف ورزی، آرتھوڈکس مذہب کی بڑھتی ہوئی سرکاری حیثیت اور غیر ملکی مشنریوں کی تبدیلی مذہب کی کوششوں کا اپنا اپنا حصہ ہے۔

۷ جنوری کو جو روسی آرتھوڈکس چرچ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش ہے، قومی تعطیل قرار دینے کے سرکاری فیصلے پر مسلمانوں، بدھ مت کے پیروکاروں، رومن کیتھولکوں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی جانب سے ردِ عمل کی جانب توجہ دلانا ہی کافی ہے۔ روسی سپریم سوویٹ کی جانب سے روسی آرتھوڈکس چرچ کے ساتھ اِس ترجیحی سلوک نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے جذبات مجروح کیے ہیں۔ مذکورہ بالا سروے سے معلوم ہوا کہ ۱۹ فیصد پروٹسٹنٹ، ۳۲ فیصد مسلمان اور ۸۸ فیصد کیتھولک اِس اقدام کی تائید نہیں کرتے۔ جناب نور اللہ سیاسی جدوجہد میں مذہب کے استعمال کے سخت ناقد ہیں، بالخصوص اس وقت جب "انقلابیت" شہری امن، نسلی ہم آہنگی اور ریاستی سلامتی کے لیے بڑا خطرہ بن چکی ہے، وہ اس امر پر زور دیتے ہیں "سیاسی کھیل کے مسلّمہ اصولوں" کے ذریعے توازن کی راہ اختیار کی جائے۔ یہ اُصول ریاستی اداروں اور افراد کی جانب سے مذہب کے خود غرضانہ استعمال کو پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح مذہبی مراکز کو ایسی تدابیر اختیار کرنا چاہییں کہ حکمرانوں یا نسلی گروہوں کی قیادت کے درمیان کشمکش میں مذہبی اداروں کی مداخلت نہ ہو سکے۔

ابھی اسے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ "سرد جنگ" کے زمانے میں سابق سوویت یونین نے ان گنت مذہبی کانفرنسیں منعقد کیں۔ جناب نور اللہ کے تجزیے کے مطابق موجودہ صورت حال ایسے ہی نئے مذہبی مکالموں کا تقاضا کرتی ہے۔ مذہبی ہم آہنگی کے لیے ایک ایسی تنظیم کا قیام ضروری ہے جو مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی کانفرنسوں کی تنظیم، بین المذاہب مکالمے، مشترک خیراتی کاموں، امن و امان قائم رکھنے، انسانی حقوق اور دوسرے معاملات کی دیکھ بھال کر سکے۔ سروے میں شامل ۶۱ فیصد افراد نے ایسی تنظیم کے تصوّر پر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ (بہ شکریہ "سنٹرل ایشیا بریف"۔ مارچ ۱۹۹۴ء)